أَرْذَلِ الْعُمُرِ کے معنی اور مفہوم

یاداشت میں محفوظ علم تک رسائی کا ناممکن ہوجانا

موجودہ دور میں Alzheimer's Disease مشہور ہے

قرآنِ مجید کی سورۃ النحل کی ۷۰ اور الحج کی آیت ۵ میں یہ اطلاع دی گئی ہے:

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا (حوالہ النحل۔۷۰)

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا (حوالہ الحج۔۵)

''اورتم میں سے کسی کولوٹایا جاتا ہے نکمی، کمترِ درجے کی مدت حیات کی جانب تاکہ علم حاصل ہوجانے کے بعد کسی شئے کا علم نہ جان سکے''

اللہ رب العزت کی دی ہوئی اس اطلاع کے معنی اور تفسیر بیان کرنے کا رواج یوں ہے:

[ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

''تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں''۔

''اور بعض بے غرض عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر سے بے خبر ہوجائے''۔

تفسیر:''جب انسان طبعی عمر سے تجاوز کر جاتا ہے تو پھر اس کا حافظہ بھی کمزور ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ عقل بھی ماؤف، اور وہ نادان بچے کی طرح ہوجاتا ہے۔یہی ارزل العمر ہے جس سے نبی ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے'' ''اس سے مراد بڑھاپے میں قوائے انسانی میں ضعف وانحطاط کے ساتھ عقل وحافظہ کا کمزور ہوجانا اور یاداشت اور عقل وفہم میں بچے کی طرح ہوجانا ہے۔جیسے سورۃ یٰسٓ میں (وَ مَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِى الۡخَلۡقِ ۝) اور سورۃ تین میں (ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ ۝) سے تعبیر کیا گیا ہے]

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔تفسیر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

''اورتم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے''۔

''اور کوئی سب سے نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے''

تفسیر:''جس کا زمانہ عمر انسانی کے مراتب میں ساٹھ سال کے بعد آتا ہے کہ قوٰی اور حواس سب ناکارہ ہوجاتے ہیں اور انسان کی یہ حالت ہوجاتی ہے۔اور نادانی میں بچوں سے زیادہ بدتر ہوجائے۔ان تغیرات میں قدرت الٰہی کے کیسے عجائب مشاہدے میں آتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان بفضل الٰہی اس سے محفوظ ہیں طول عمر و بقاء سے انہیں اللہ کے حضور کرامت اور عقل ومعرفت کی زیادتی حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ توجہ الی اللہ کا ایسا غلبہ ہو کہ اس عالم سے انقطاع ہوجائے اور بندہ مقبول دنیا کی طرف التفات سے مجتنب ہو۔عکرمہ کا قول ہے کہ جس نے قرآن پاک پڑھا وہ اس ارزل عمر کی حالت کو نہ پہنچے گا کہ علم کے بعد محض بے علم ہوجائے''۔''اور اس کو اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ عقل وحواس بجا نہیں رہتے اور ایسا ہوجاتا ہے۔اور جو جانتا ہو وہ بھول جائے''

Yusuf Ali: and of you there are some who are sent back to a feeble age so t hat they know nothing after having known (much): [In some cases he lives so long that he falls into a

feeble old age like a second childhood; he forgets what he learnt and seems to go back in Time.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

اللہ تعالیٰ کے سورۃ النحل کی ۷۰ اور الحج کی آیت ۵ میں أَرْذَلِ الْعُمُرِ کے متعلق فرمان کی اردو، انگریزی تفسیر درحقیقت اس مواد کا ترجمہ و مفہوم ہے جو تفسیر القرطبی، الجلالین اور ابن کثیر میں موجود تھا۔ قرآنِ مجید نے یہ نہیں فرمایا کہ أَرْذَلِ الْعُمُرِ کا تعلق بڑھاپے، طبعی عمر سے تجاوز یا عمر انسانی کے مراتب میں ساٹھ سال کے بعد کے زمانے سے ہے۔ یہ ان مفسرین کی رائے یا خیال تھا۔ آقائے نامدار ﷺ کو اس بات کی ضمانت دی گئی تھی

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ﴿٦﴾

''ہم آپ (ﷺ) کو پڑھائیں گے اس لئے آپ بھولیں گے نہیں'' (الاعلیٰ۔۶)

حرف ''ف'' سبب بیان کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے نہ بھولنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پڑھایا ہے وگرنہ کسی بھی بندے کی اپنی صلاحیت نہیں ہے کہ پڑھی ہوئی کتاب کی کسی بات کو کبھی بھی نہ بھولے۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔ انسان بھولتا اُس وقت ہے جب غفلت طاری ہو اور قلب و ذہن کی توجہ اصل بات سے ہٹا کر اس سے ماوراء تخیلاتی خوش کن باتوں کی جانب مرکوز کر دی جائے۔ اور میرے آقا، آقائے نامدار ﷺ کی حیات طیبہ میں زمین اور آسمانوں کے ابواب کے اُس پار قربتوں کے مقام پر بھی غفلت کا لمحہ کبھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آیات مبارکہ میں انسان کی بھولنے (نسیان) کی عادت اور کمزوری کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ أَرْذَلِ الْعُمُرِ کے معنی اور مفہوم ایک ایسی مدت کے بتائے ہیں جس میں انسان علم حاصل ہو جانے کے بعد ایسی حالت کی جانب لوٹایا جاتا ہے جس میں وہ کسی شئے کا علم نہیں جان سکتا۔ ایسے انسان کو جس حالت کی جانب لوٹایا جاتا ہے اس کی ابتدا کے متعلق بتایا ہے

وَٱللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا

''اور اللہ نے تمہاری ماؤں کے بطنوں سے تمہیں اس حال میں خارج کیا کہ تم کسی شئے کا علم نہیں رکھتے تھے'' (حوالہ النحل۔۷۸)

انسان پیدا ہوتا ہے تو لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا ''کسی بھی شئے کا علم نہیں رکھتا''۔ لاعلمی کی حالت میں انسان کی کیفیت کیا ہے؟

ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ

''اللہ وہ ہے جس نے تم لوگوں کو حالت کمزوری میں پیدا کیا'' (حوالہ الروم۔۵۴)

انسان پیدائش کے وقت کسی شئے کے متعلق علم نہیں رکھتا تو وہ حالت ضعف میں ہوتا ہے لیکن یہ أَرْذَلِ الْعُمُرِ نہیں ہے کیونکہ حالت ضعف سے نکلنے اور بھرپور قوت حاصل کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہوتی ہے

وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ

''اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل ودماغ بنائے'' (حوالہ النحل۔۷۸، السجدہ۔۹، الملک۔۲۳)

علم کی ابتدا شئے کے اسم اور وجود سے مطلع ہونا ہے۔اسم سے مطلع ہونے کیلئے سماعت ہے اور وجودِ شئے پر مطلع ہونے کیلئے بصارت۔سماعت اور بصارت وہ صلاحیت ہے جو علم حاصل کرنے کا بنیادی ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور ذہن وقلب سے علم پر غوروفکر کرنے سے راستے متعین کرنے یعنی ہدایت پانے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ہر مقام پر سماعت کو بصارت سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں آمد پر سماعت سے پہلے مستفید ہوتا ہے اور آنکھ بعد میں کھولتا ہے۔علم حاصل کرنے کے یہ ذرائع عطا فرمائے ہیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ''تاکہ تم شکر گزار بنو'' (حوالہ النحل۔۷۸)۔الحمد للہ

انسان لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا ''کسی شئے کا علم نہیں رکھتا'' کے مقام سے سماعتوں میں آنے والے اسماء اور نگاہوں میں آنے والی اشیاء، ظاہری علامتوں، نشانیوں (ان کیلئے عربی کا لفظ ءَ ايَةٍ ہے)، معلومات کو یاداشت میں محفوظ کرتے ہوئے زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتا ہے۔ سماعت میں آنے والا اسم، بات اور نگاہوں میں آنے والی شئے علم کے درجے اور مقام پر اس وقت فائز ہوتی ہے جب یاداشت پر نقش ہو جائے، یاداشت (Memory) میں محفوظ، قید ہو جائے۔اور قرآنِ مجید نے یاداشت میں محفوظ کرنے کی صلاحیت کو ''عقل'' کہا ہے۔ ''عقل''، عجم کا نہیں عربی مبین کا لفظ ہے جس میں بات کو ''فصل'' یعنی الگ الگ کرنے کی صلاحیت ہے۔عربی مادہ ''ع ق ل'' کے معنی روکنا، منع کرنا ہیں ''عَقَلَ فُلَانا . فلاں کو روک دیا، بند کر دیا، قید کر دیا''۔ ''اَلْمَعْقِلُ۔جائے پناہ کیونکہ آدمی اس میں پناہ گیر ہوتا ہے۔نیز اس لئے کہ وہ جگہ دشمن کو وہاں آنے سے روک دیتی ہے''۔ان معنی اور مفہوم میں ''عقل'' کا بنیادی فریضہ ''علم'' کو قید کرنا یعنی محفوظ کرنا ہے۔اور یوں دشمن سے محفوظ رہنے کیلئے حصار، قوت، طاقت بھی ''عقل'' مہیا کرتی ہے۔اور سننا اور دیکھنا اس وقت معنی خیز اور علم بنتا ہے جب قلب وذہن (عقل) کی توجہ ہو۔اور ضعف یعنی لاعلمی کی حالت سے تعقل کرنا طاقت، ارتقاء اور زندگی کا سفر ہے۔اور اس سفر میں سماعت، بصارت اور تعقل کی صلاحیتوں کے بیک وقت استعمال سے انسان لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا کی حالت سے نکل کر ''تَعْلَمُونَ، يَعْلَمُونَ'' یعنی جاننے والا علم والا بنتا ہے۔

ہر انسان کی بصیرت وعلم اس کے ذہن پر نقش وہ یادیں اور معلومات ہیں جو زندگی کے اُس مقام تک اس کی سماعتوں اور

بصارتوں میں آئی تھیں جو اس کیلئے علم، ذھانت، دانائی، فہم، تجربہ، بصیرت کا باعث بنتی ہیں۔ علم وہ ہے جسے یاداشت (Memory) میں محفوظ کیا جاسکے اور وہاں سے نکال کر سینوں (صدور) کے راستے اسے بیان کیا جاسکے۔

ٱلرَّحۡمَـٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ ﴿٢﴾ خَلَقَ ٱلۡإِنسَـٰنَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ ﴿٤﴾

''الرحمٰن نے پڑھنا (قرآنِ مجید) سکھایا۔ الرحمٰن نے انسان کو تخلیق کیا۔ اسے اظہار (بیان) کرنے کا علم دیا'' (سورۃ الرحمٰن ۔۱۔۴)

علم وہ ہے جسے دوسرے کی سماعت تک پہنچانے کیلئے الفاظ کے روپ (قول، حدیث) میں بیان کیا جاسکے۔ اور سنا تا وہ ہے جس نے دیکھا ہو

أَلَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ عَيۡنَيۡنِ ﴿٨﴾

''کیا ہم نے اس کیلئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟

وَلِسَانًا وَشَفَتَيۡنِ ﴿٩﴾

اور زبان اور دو ہونٹ

وَهَدَيۡنَـٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ﴿١٠﴾

اور اسے دو راہیں دکھا نہیں دیں؟'' (البلد ۸۔۱۰)

کائنات، مادے اور حیات کی تخلیق کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم سے کون أَحۡسَنُ عَمَلًا عمدہ عمل پر کاربند ہوتا ہے۔ ''عمل'' کے معنی اور مفہوم کیا ہے؟ یہ اس صلاحیت کا نام ہے جس میں انسان اپنی یاداشت میں محفوظ علم کے ذخیرے میں سے کچھ قطع کر کے نکال کر ''بیان، تذکرہ'' اور حرکت کے قالب میں ڈھالتا ہے۔ ''عمل'' درحقیقت علم کی مقلوب شکل ہے اس لئے عمل ہمیشہ دانستہ ہوتا ہے کیونکہ یہ سرزد نہیں ہوسکتا جب تک اس کے متعلق ''علم'' یاداشت (Memory) میں محفوظ نہ ہو۔ یاداشت میں سے اس ''علم'' کو نکال (retrieve, decode) کر حرکت میں ڈھالنے کو ''عمل'' کہتے ہیں۔ جن وانس کے امتحان کیلئے لفظ ''فعل'' استعمال نہیں فرمایا کیونکہ قرآنِ مجید کے مطابق جنات سے جو بھی امر سرزد ہوتا ہے وہ ''فعل'' نہیں کہلاتا بلکہ ''عمل'' کہلاتا ہے اور انسان سے ''فعل'' بغیر ارادے کے بھی سرزد ہوسکتا ہے۔ لہٰذا أَحۡسَنُ عَمَلًا کیلئے لاینفک شرط علم ہے جن کے حصول کا ذریعہ سماعتیں، بصارتیں اور دل و دماغ ہیں۔ پیدائش کے بعد علم کا بتدریج حصول اور اس کی مقلوب شکل عمل زندگی کے ارتقاء کا مظہر ہے۔

انسان کی اظہار بیان اور عمل کرنے کی صلاحیت اس بات کی محتاج ہے کہ یاداشت میں محفوظ علم تک رسائی ہو اور اسے دماغ سے

نکال کر سینے میں لا سکے۔ اور اگر انسان کی یاداشت میں محفوظ علم تک رسائی بتدریج ختم ہونا شروع ہو جائے تو اس عمر زندگی کے ہر گزرنے والے لمحے میں اس حالت اور کیفیت کے قریب ہوتا چلا جائے گا جب طفل کے طور پر ماں کے پیٹ سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا کی حالت میں خارج کیا گیا تھا۔ یہ أَرْذَلِ الْعُمُرِ ہے۔ لیکن یہ فرق ملحوظ رہے کہ عمر طفل عمر ضعف ہے جس میں علم کے حصول کی سہولت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن أَرْذَلِ الْعُمُرِ کی پہچان اور خصوصیت صرف یہ بتائی گئی ہے،'' لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا '''' وہ نہ جان سکے، حصول علم کے بعد، کسی شئے کا علم''۔ اس طرح غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ عہد طفولیت أَرْذَلِ الْعُمُرِ نہیں ہے۔ اور اسی طرح انسان کی زندگی کا آخری دور بڑھاپا بھی حالت ضعف کی کیفیت لئے ہوتا ہے لیکن قرآنِ مجید نے اسے بھی أَرْذَلِ الْعُمُرِ سے تعبیر نہیں فرمایا

ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً

''اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت دی،
پھر قوت کے بعد کمزوری اور بالوں کا بکھرنا اور سفیدی دی'' (حوالہ سورۃ الروم ۔۵۴)

طفل (ضعف) سے بڑھتے ہوئے بھرپور جوان (قوت، اور قوت کے بعد) اور پھر بوڑھے (ضعف)۔ اور اس ضعف کے بعد شَيْخًا كَبِيرًا اور ٱلْكِبَرِ عِتِيًّا ہے اور بڑھاپے کی ابتدا اور بڑے بڑھاپے کی کیفیت ضُعْفًا وَشَيْبَةً (کمزوری، اُڑتے، بکھرتے سفید بال، سہمی سہمی سی کیفیت) ہے۔ یہ زندگی کے ان ادوار کی کیفیت اور حالت ہے

ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

''بعد ازاں تمہیں نوزائیدہ بچہ بنا کر خارج کرتے ہیں''

ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا۟ أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا۟ شُيُوخًا

''تا کہ بعد ازاں تم بھرپور طاقتور جوانی کو پہنچو، اور بعد ازاں پھر تم بوڑھے ہو جاؤ''

وَلِتَبْلُغُوٓا۟ أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○

''اور تا کہ تم مقررہ مدت پوری کرو، اور شاید کہ تم عقل و فکر سے کام لو'' (حوالہ غافر ۔۶۷)

بعض انسانوں کو أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں اس وقت لوٹایا جاتا ہے جب علم حاصل کر چکا ہوتا ہے اور وہ بھرپور جوانی ہے۔

وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّىٰكُمْ

''اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا۔ بعد ازاں وہ تمہیں وفات دیتا ہے

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ۚ

’’اور تم میں سے کسی ایک کو لوٹایا جاتا ہے نکمی، کمتر درجے کی مدت حیات کی جانب تا کہ

وہ شخص نہ جان سکے، حصول علم کے بعد، کسی شئے کا علم‘‘(حوالہ النحل۔۷۰)

پیدائش اور وفات کے مابین انسان کی عمر کا دورانیہ ہے۔اس لئے کسی کو یہ تاثر مل سکتا تھا کہ پیدائش اور وفات کے مابین عمر کے کسی بھی حصے بشمول عہد طفولیت اور بھرپور جوانی سے قبل آغاز شباب میں کسی انسان کو أَرۡذَلِ الۡعُمُرِ میں لوٹایا جاسکتا ہے۔قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔’’تصریف آیات، یعنی بات، علم کو پھیر پھیر کا بیان کرنا‘‘ کے ذریعے علم اور حقیقت کو اس انداز میں واضح کر دیتا ہے کہ اس کی کسی آیت سے کوئی علم وحقیقت کے منافی نتیجے اخذ نہ کرتا رہے۔واضح فرمایا

ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمۡ ۖ

’’بعدازاں تمہیں (ماں کے رحم سے) خارج کرتے ہیں طفل کے طور پر تا کہ بعدازاں تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچو‘‘

اور پھر اس بھرپور جوانی میں کیا ہوتا ہے؟’’وَ مِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ۔اور تم میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ۚ

اور تم میں سے کوئی وہ ہے جسے لوٹایا جاتا ہے نکمی، کمتر درجے کی مدت حیات کی جانب تا کہ

وہ شخص نہ جان سکے، حصول علم کے بعد، کسی شئے کا علم‘‘ (حوالہ الحج۔۵)

کوئی بھرپور جوانی میں وفات پا جاتا ہے اور اس بھرپور جوانی میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے أَرۡذَلِ الۡعُمُرِ کی حالت کی جانب پھیر دیا جاتا ہے۔اور سورۃ النحل کی آیت ۷۰ کے ساتھ اسے پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ بھرپور جوانی کے بعد وفات تک کی عمر میں کسی انسان کو أَرۡذَلِ الۡعُمُرِ کی جانب پھیرا جاسکتا ہے۔اس طرح غیر مبہم انداز میں واضح کر دیا گیا کہ ضروری نہیں کہ أَرۡذَلِ الۡعُمُرِ کا تعلق بڑھاپے، طبعی عمر سے تجاوز، عمر انسانی کے مراتب میں ساٹھ سال کے بعد کے زمانے سے ہو یہ کیفیت بھرپور جوانی میں بھی ہوسکتی ہے۔

قرآنِ مجید نے یہ بھی متعین کیا ہوا ہے کہ ’’بھرپور جوانی‘‘ کسے کہتے ہیں۔

وَإِذَا بَلَغَ ٱلۡأَطۡفَٰلُ مِنكُمُ ٱلۡحُلُمَ

’’اور جب تم میں سے اطفال بلوغت کی حد میں داخل ہوں‘‘ (حوالہ النور۔۵۹)

ٱلۡحُـلُمَ سے قبل طفولیت ہے۔ ٱلۡحُـلُمَ کے معنی ''خواب میں احتلام، یعنی جنسی منتہا (orgasm) تک پہنچنا'' ہیں۔ یہ سن تمیز و بلوغت (adolescence) ہے۔ یہ بھرپور جوانی کا دور نہیں ہے۔

وَلَا تَقۡرَبُواْ مَالَ ٱلۡيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحۡسَنُ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ أَشُدَّهُۥ

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر عمدہ طریقے سے یہاں تک کہ وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائے'' (حوالہ الانعام۔۱۵۲، الاسراء۔۳۴)

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيۡنَـٰهُ حُكۡمًا وَعِلۡمًاۚ وَكَذَٲلِكَ نَجۡزِى ٱلۡمُحۡسِنِينَ

''اور جب وہ (یوسف علیہ السلام) اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔
اور نیکوکاروں کو ہم یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں'' (سورۃ یوسفؑ۔۲۲)

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَٱسۡتَوَىٰٓ ءَاتَيۡنَـٰهُ حُكۡمًا وَعِلۡمًاۚ

''اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے اور مکمل جوان آدمی بن گئے تو ہم نے انہیں قوت فیصلہ اور علم دیا'' (القصص۔۱۴)

قرآنِ مجید آسان فہم لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ قرآنِ مجید بَصَآئِرُ ''آنکھیں کھولنے والا'' ہے۔ علم کے معنی و مفہوم اور اس کی قدر و قیمت آنکھوں سے دیکھے جانے والے انداز میں بیان فرمادی۔ تمام تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

إِنَّا خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَـٰنَ مِن نُّطۡفَةٍ أَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِيهِ

''ہم نے انسان کو دوسری چیزوں سے باہم گھر ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا۔ ہم اسے آزماتے ہیں''
آزمائش عمل کی ہے اور عمل علم کے تابع سرزد ہوسکتا ہے

فَجَعَلۡنَـٰهُ سَمِيعَۢا بَصِيرًا٥

''اس لئے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنایا ہے'' (سورۃ الانسان۔۲)

وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَـٰرَ وَٱلۡأَفۡـِٔدَةَۙ

''اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل و دماغ بنائے'' (حوالہ النحل۔۷۸، السجدہ۔۹، الملک۔۲۳)

انسان کی حیات کیلئے علم کی اہمیت اور مقام کیا ہے؟ قرآنِ مجید نے حالتِ علم سے لاعلمی کی جانب جانے کو يُـرَدُّ إِلَـىٰٓ أَرۡذَلِ الۡعُمُرِ بتایا ہے۔ أَرۡذَل کا مادہ 'ر ذ ل' ہے اور یہ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اس کے ردی اور نکما ہونے کی وجہ سے بے رغبتی کی جائے۔

الْعُمُرِ کا مادہ ''ع م ر'' اور اس مدت کا نام ہے جس میں بدن حیات کے ساتھ آباد رہے (راغب) (محتاط رہیں کہ قرآنِ مجید نے ''کمتر درجے، نکما'' اس انسان کو نہیں کہا بلکہ أَرْذَلِ کو عمر کے حوالے سے کہا ہے)۔ بعض انسانوں کی زندگی کا وہ دورانیہ جس میں وہ علم حاصل ہو جانے کے بعد اس حالت میں واپس پھیر دیا جاتا ہے کہ علم کو نہ جان سکے أَرْذَلِ الْعُمُرِ ہے۔ یہ انسان ذہن میں علم محفوظ ہونے کے باوجود لَا يَعْلَمَ اس کو نہیں جان سکتے، چھانٹ نہیں سکتے، الگ نہیں کر سکتے۔ اور علم بیان کرنے اور عمل کے قالب میں ڈھالنے کی صلاحیت کا نام ہے۔ اس لئے أَرْذَلِ الْعُمُرِ کی جانب پھیر دیئے جانے والا انسان بتدریج بیان اور عمل کی صلاحیت سے محروم ہوتا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید نے بتایا ہے کہ أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں کسی انسان کو اچانک نہیں لے جایا جاتا بلکہ بتدریج ''علم، اشیاء کو جاننے'' کی حالت سے لَا يَعْلَمَ کی حالت میں پہنچتا ہے اور اس کی آخری منزل لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ہے۔ یہ انسان جب دنیا میں آیا تھا تو لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ''کسی شئے کا علم نہیں رکھتا تھا'' اور ہر شئے کیلئے دوسروں کا محتاج تھا۔ اور لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا کی حالت، مقام سے نکل کر آگے بڑھنے اور ''يَعْلَمُوْنَ یعنی جاننے والا، علم والا'' تک پہنچنے کا مرحلہ، سفر بتدریج ہے۔ ''يَعْلَمُوْنَ'' وہ منزل ہے جب انسان اپنے ارادہ واختیار، ذہنی وفکری صلاحیتوں کے بھرپور استعمال سے علم کو اپنے اعمال کے قالب میں ڈھالتا ہے اور اس منزل پر وہ بھرپور جوانی میں پہنچتا ہے۔ اس منزل سے بعض انسانوں کی واپسی کے سفر کیلئے لفظ 'يُرَدُّ' استعمال کیا گیا ہے جو (Progressive, gradual) ایک بتدریج عمل ہے۔

قرآنِ مجید نے بعض انسانوں کو أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں لوٹائے جانے پر ان کی جو حالت اور کیفیت چودہ سو سال قبل بتائی تھی اسے ۱۹۰۶عیسوی سے ایک بیماری سمجھا جاتا ہے جس کا نام ماہر نفسیات کے نام (Alois Alzheimer) پر Alzheimer's Disease رکھا گیا ہے جن کا تعلق جرمنی سے تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس بیماری کو ''پہلی مرتبہ'' بیان کیا تھا۔ Alzheimer's Disease کے متعلق انسائکلو پیڈیا اینکارٹا سے شکریہ کے ساتھ ایک اقتباس:

Alzheimer's Disease , **progressive brain disorder that causes a gradual and irreversible decline in memory, language skills, perception of time and space, and, eventually, the ability to care for oneself** . First described by German psychiatrist **Alois Alzheimer in 1906** , **Alzheimer's disease was initially thought to be a rare condition affecting only young people, and was referred to as presenile dementia. Today late-onset Alzheimer's disease is recognized as**

the most common cause of the loss of mental function in those aged 65 and over. Alzheimer's in people in their 30s, 40s, and 50s, called early-onset Alzheimer's disease, occurs much less frequently, accounting for less than 10 percent of the estimated 4 million Alzheimer's cases in the United States, Alzheimer's patients may live many years with the disease, usually dying from other disorders that may develop, such as pneumonia. Typically the time from initial diagnosis until death is seven to ten years, but this is quite variable and can range from three to twenty years, depending on the age of onset. The causes of Alzheimer's disease remain a mystery.

قرآنِ مجید آسان فہم لازوال تفسیر حقیقت ہے۔علم کے معنی ومفہوم اور اس کی قدر و قیمت اور علم اور عمل کے مابین تعلق کو آنکھوں سے دیکھے جانے والے انداز میں بیان فرمادیا اور دنیا میں لوگوں کو دکھا بھی دیا ہے۔

سَنُرِيهِمْ ءَايَـٰتِنَا فِى ٱلْأَفَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ

''ہم قرآنِ مجید کا انکار کرنے والوں کو آفاق میں اور خود ان کی ذات میں اپنی آیات (علم، معلومات) مستقبل میں دکھاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآنِ مجید بیان حقیقت ہے'' (حوالہ فصلت ۵۳)

قرآنِ مجید نے لفظ 'یُــــــرَدُّ' استعمال کر کے واضح کیا ہوا ہے کہ یہ پلٹانا ہے اس لئے اس پراسس کو لوٹایا نہیں جاسکتا (irreversible) قرآنِ مجید نے ''مِـــنْــكُـم'' ''تم لوگوں میں سے'' کہا ہوا ہے اس لئے ضروری نہیں کہ اس کا سبب موروثی (inheritence) ہو۔علم حاصل ہو جانے کے بعد کسی شئے کو نہ جان سکنے کی جانب جس کسی کو لوٹا دیا گیا تو پھر صفر علم تک پہنچنے کے دورانیے کو طول تو دیا جاسکتا ہے لیکن اس شخص کو اس نقطے پر واپس نہیں لایا جاسکتا جہاں سے اسے لاعلمی کی جانب پھیر دیا گیا تھا۔قرآنِ مجید کے الفاظ ''بَعْدِ عِلْمًا'' سے واضح ہے کہ اس شخص کی یادداشت (Memory) پر نقش علم، معلومات (data) ضائع نہیں ہو جاتا بلکہ ''لَا يَـــعْـــلَـــمَ'' وہ نہ جانے یعنی اس علم پر اس کی دسترس نہیں رہی (access denied) جس کی بناء پر یادداشت سے نکال (retrieve,decode) نہیں سکتا۔أَرْذَلِ الْعُمُرِ کی جانب لوٹائے جانے والے لوگ چونکہ بھرپور جوانی اور اس کے بعد کی عمر کے ہوتے ہیں اس لئے اس کے اسباب کی تلاش میں ان لوگوں کے جنسی معاملات کے متعلق تحقیق بھی فائدہ مند ثابت ہوگی۔اس ''بیماری''

کے اثرات ظاہر ہونے پر اس شخص کے جنسی رویئے کی چھان بین بھی کر لینی چاہئے اور اگر وہ مرد اور عورت کے مابین تسلیم شدہ طریقے کے علاوہ کا رسیا ہے تو اسے اس کی ممانعت کر دی جائے اور یوں تحقیق کے دائرے کو وسیع کیا جائے۔ أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں لوٹائے جانے والوں کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اُس علم پر ان کی دسترس ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے جو ان کی یاداشتوں میں محفوظ ہوتا ہے اس لئے قرآنِ مجید میں دیئے گئے ایک حکم، نصیحت پر عمل کرنے سے اس پراسس کو آہستہ کرنے میں انشاءاللہ مدد ملے گی اور اس پر عمل کرنے کیلئے قرآنِ مجید پر ایمان لانا کوئی شرط نہیں۔ سبحان اللہ! اَللّٰهُ الصَّمَدُ ''اللہ تعالیٰ مستغنی ہے''۔ آقائے نامدار ﷺ کو نصیحت فرمائی

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝

''اور آپ (ﷺ) کہیں ''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' (حوالہ طہٰ۔۱۱۴)

اس ''بیماری'' سے متاثر ہونے والے ''رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا'' کثرت سے عربی زبان کے انہی الفاظ میں دہرائیں جس کے معنی ہیں ''میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' (O My Lord! Increase my knowledge)۔ اِن لوگوں کو اس دعا کا لفظ ''زِدْنِی'' اس حوالے سے بھی فائدہ دے گا کہ یہ سورۃ الرعد کی آیت ۸ میں ''تَغِیضُ'' کے بالمقابل بھی استعمال ہوا ہے جس کے معنی کم ہو جانے، اندر چلے (سمٹ) جانے اور جذب ہو جانے کے ہیں اور یوں ان لوگوں کے حوالے سے اس کا مفہوم یہ بھی ہو جائے گا ''یا رب! ہمارے علم کو ابھار، نمایاں کر دے، حالت جذب سے نکال دے'' (O My Lord! help me to retrieve my knowledge)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ

''اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آ گئی ہے، اور جو سینوں میں ہے اس کیلئے شفاء ہے'' (حوالہ یونس۔۵۷)

مَّوْعِظَةٌ کا مادہ ''وع ض'' ہے جس کے معنی کسی کو کسی کام کے اچھے انجام اور مضر عواقب و نتائج سے آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا ہیں۔ ابن فارس نے اس کے معنی انذار و تخویف بتائے ہیں نیز اس طرح خیر کی باتیں کرنا کہ دل نرم ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کو شہد بھی استعمال کرائیں کیونکہ قرآنِ مجید نے بتایا ہے کہ اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے۔ (انسائکلو پیڈیا ''اینکارٹا'' کی اطلاع کے مطابق صرف امریکہ میں ان لوگوں کی تعداد جنہیں أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں لوٹایا گیا ہے چالیس لاکھ سے متجاوز ہے۔ اور ان میں امریکہ کے سابق صدر جناب ریگن بھی شامل تھے)۔ قرآنِ مجید کی دعوت عام ہے ''ہے کوئی نصیحت لینے والا''۔ لیکن یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے:

قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا ۚ

(آپ ﷺ فرمائیں) ''بیشک تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والا (قرآنِ مجید) آ گیا ہے،

اب جو دیکھتا ہے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو اندھا رہا اس کا وبال اسی پر ہوگا'' (حوالہ الانعام۔۱۰۴)